اقبال اور معراج النبی ﷺ

محمد شفیع بلوچ

معراج رسولِ اکرمؐ کے مشاہدہ ملکوتِ ارض وسما کا نام ہے۔اس کے حیات بخش بیسیوں پہلو ہیں۔ علامہ محمد اقبال نے اس سے جو لطیف نکتہ اخذ کیا ہے وہ بھی حیات آفریں ہے۔علامہ کے نزدیک معراج ، زندگی کے حرکی اصول اور تسخیر جہات کا پیغام ہے جو آنحضرت نے اپنی امت کو دیا۔ معراج کے اس روح پرور تصور کا نتیجہ ہے کہ اقبال نے جاوید نامہ میں مشاہیر عالم کی ارواح سے مکالمے کے ذریعے زندگی کے حقائق ومعارف اور اسرار و رموز سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے۔ جاوید نامہ معراج کے اسرار کی نئی تعبیر ہے۔ علامہ نے عام اشعار میں بھی جہاں جہاں معراج کا ذکر کیا ہے وہاں معراج مصطفویؐ کو عام صعودِ روحانی یا نفسی سے مختلف،منفرد، بلند تر اور خاص الخاص تجربہ یا واقعہ قرار دیا ہے۔مقصود ان کا یہی ہے کہ اپنے اندر ولولۂ شوق پیدا کر لیا جائے تو تمام منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔

واقعۂ اسراو معراج کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کو ملکوت السمٰوت والارض یعنی اس کائنات کے اندرونی نظام کا مشاہدہ کرایا اور ایسا عظیم تجربہ کسی دیگر نبی و رسول کو نہیں کرایا گیا۔معراج گویا نفسِ انسانی کا انتہائی نقطۂ عروج اور کامل انسانیت کا آخری درجہ ہے۔ یہ بقولِ شخصے، کمالِ معجزات ہے اور تسخیرِ کائنات کے بند دروازوں کو کھولنے کی ابتدا ہے۔ یہ جلال و جمال اور حسن وشق کا قران السعدین ہے۔ یہ عظیم اور اعلیٰ وارفع تجربہ اپنے بطون میں کئی پرتَو لیے ہوئے ہے جس کی اپنے اپنے فکر و فلسفہ کے مطابق متعدد تفاسیر و توجیہات کی گئیں۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتب میں بھی اگرچہ سیر افلاک اور روحانی مکشوفات پر مشتمل مجمل لٹریچر ملتا ہے جو مکمل اور بھرپور نہ ہونے کی وجہ سے درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ معراج یا اس سے ملتا جلتا تجربہ ان مذاہب میں وہ حیثیت اختیار نہ کر سکا جس طرح کہ اسلام کی تمدنی اور تخیلی تاریخ میں اسے حاصل ہے۔اسلام میں معراج کے واقعہ کو ہمیشہ سے ہی خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔مسلمانوں کے جذباتی اور نفسیاتی مزاج کا اس واقعہ سے گہرا اور قریبی تعلق ہے۔معراج کا عقیدہ مسلمانوں میں نہ صرف بنیادی

حیثیت رکھتا ہے بلکہ جزوِ ایمان بھی ہے۔ معراج کے اس تجربہ کا مذہبی اور عملی پہلو تو وہی ہے جس کی طرف سورہ بنی اسرائیل اور سورہ والنجم کی چند آیات کے مطابق تجلیِ ذات کے مشاہدہ کے الفاظ میں اشارہ ہوتا ہے۔ حقائق و معارف اور اسرار و رموز سے لبریز وہ سرمدی تجربات جو حضورﷺ کو معراج کے وسیلے سے حاصل ہوئے، ان کے اظہار و امثال کے سلسلے میں عالم ادب خاموش ہے چنانچہ اس سلسلے میں احادیث و روایات پر انحصار از بس ضروری ہے۔

فکری اور فنی حوالے سے اگر ہم مشرق و مغرب کے ان تخلیقی فن پاروں پر نظر ڈالیں جو حقیقتِ اولیٰ اور جہانِ دیگر کی بازدید اور بازیافت پر مشتمل ہیں تو وہ ہمیں جاودانی اور سرمدی نقوش لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے کی سب سے قدیم تصنیف سومیری اسطورہ کی کتاب اننا کا سفرِ ظلمات ہے جس میں آسمان کی ملکہ ''اننا'' ظلمات (عالم اسفل) کا سفر کرتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ادھر ہر ارضی انسان نے آسمان کی جانب عروج کیا۔ آخر ''آسمانی مخلوق'' کو زمینی سفر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ بھی عالم اسفل کا؟ شاید اس لیے کہ عربی روایات کے مطابق زمین، افلاک کے تابع ہے۔ ابن البطریق سے ابن رشد تک سب نے زمین پر تاثیر افلاک کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے مطابق ''دنیائے زیریں دنیائے بالا کے تابع ہے اور دنیائے زیریں کے اجسام منفرداً دنیائے بالا کے اجسام کے حکم کے تابع ہیں، کیونکہ ہوا ادھر ظاہراً اجسام ارضی سے اور ادھر افلاک سے متصل ہے۔'' چنانچہ اس لحاظ سے اننا کا سفرِ ظلمات ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔

تیسری صدی عیسوی کے ایران کے زردشتی موبد اور مذہبی رہنما ''اردای ویروف'' کی ویروف نامہ کو بھی فنی نوعیت کی قدیم روایائی تصنیف کہا جاتا ہے، لیکن اس کے مستند ہونے میں شبہ ہے۔ یہ چھ سات سو سال بعد ہندوستان کے کسی پارسی معبد سے دستیاب ہوئی۔ اس میں کئی باتیں معراج نبویﷺ سے ملتی جلتی ہیں اور گمان غالب ہے کہ یہ کتاب معراج النبیﷺ کے واقعہ کے برسوں بعد تصنیف ہوئی ہے۔ یہ کوئی وجدانی یا عرفانی تصنیف نہیں بلکہ ایک خیالی روداد ہے جسے ہم فنی یا ادبی نوعیت کی تخلیق کہہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس نوعیت کی تخلیق ہونے والی داستانوں میں بظاہر کوئی گہری معنویت نظر نہیں آتی تاہم وہ حکمت، معنویت، رمزیت اور تمثیلیت سے خالی بھی نہیں۔ عموماً یہ سب کچھ زیریں سطح پر ہوتا ہے۔ ان داستانوں میں خدا، کائنات اور انسان کے باہمی ربط کی وضاحت کی گئی ہے۔ ان کی ساخت میں افلاک، سیارگان، نجوم اور دیگر مظاہر ایک عظیم وحدت میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس وحدت کو کونیات (Cosmology) کے حوالے سے مابعد الطبیعیاتی رموز و علائم میں بیان کیا گیا ہے۔ حئی بن یقظان اور بوستان خیال اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

مغربی ادب میں فنی نوعیت کی نمایندہ تصنیف دانتے کی ڈیوائن کامیڈی ہے۔ دانتے ایک کٹر

عیسائی عقیدہ رکھنے والا فلسفی شاعر تھا۔ اس کے معراجی تجربات ڈیوائن کامیڈی کی شکل میں اسلامی روایاتِ معراج کے چھ سو سال اور ابن عربی کی فتوحاتِ مکیہ کے ۸۰ سال بعد منصۂ شہود پر آئے۔ ڈیوائن کامیڈی، معراجِ نبوی ﷺ کی روایات اور ابن عربی کی اسرار و رموز سے معمور روحانی معراج جس کا فتوحات میں گاہے گاہے ذکر ہوا ہے سے بھرپور استفادہ کے بعد خالصتاً ادبی انداز میں لکھی گئی۔ خیالی سفرِ سماوی کی تفصیلات دانتے نے معراج النبی ﷺ کی روایات سے اخذ کیں۔ اب یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ ڈیوائن کامیڈی سے قریباً چھ سو سال پہلے اسلام میں معراج النبی ﷺ کی وہ تمام تفاصیل موجود تھیں جن میں بہشت اور دوزخ کے خاکے اور منازل و مدارج، جزا و سزا، مشاہدات و مناظر، اندازِ حرکات و سکناتِ افراد اور اس عظیم سفر کی واردات اور رموز و کنایات و اشارات کے خزائن ہیں۔

مشرقی ادب میں معراج کے فکری اور فنی پہلو کو اگر کوئی تخلیق اُجاگر کرتی ہے تو وہ علامہ اقبال کی جاوید نامہ ہے۔ ڈیوائن کامیڈی اور جاوید نامہ جیسی شہرہ آفاق ادبی اور علمی تخلیقات کا خصوصی مطالعہ سیرِ افلاک کے تجربے کے ساتھ ساتھ معراج کے ادبی یا فنی پہلو کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔

علامہ نے لفظ معراج کا استعمال صوفیہ کی کتابوں کے حوالے سے کیا ہے جس میں مراتبِ صعودی کو استعارۃً معراج کہا گیا ہے۔ صوفیہ کے ہاں تجلی کے تین مراحل ہیں: تجلیِ اسما، تجلیِ صفات اور تجلیِ ذات۔ اسما و صفات کے رازہائے سربستہ سے واقف ہونے کے بعد تجلیِ ذات حاصل ہوتی ہے جو کمال کا آخری درجہ ہے۔ یہاں شاہد کو ذاتِ مطلق کے حریمِ خاص میں رسائی حاصل ہوتی ہے جہاں کے واردات کی لطافت بیان میں نہیں آسکتی۔ حدیث میں ہے: الصلوۃ معراج المؤمنین (نماز مومنوں کی معراج ہے) اُصولِ اسلام کے تخلیقی ارتقا کا یہی اقتضا تھا کہ کیفیاتِ معراج کے دروازہ کو ہمیشہ کے لیے رکھا جائے تا کہ حقیقتِ محمدی کا پرتو ہر زمانے میں موجود رہے۔[۱] معراج کا یہ پہلو روحانی یا متصوفانہ ہے۔ مجاہدۂ نفس کے ذریعے انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ حرص و ہوس سے پاک ہو جاتا ہے، اس میں استقامت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی دماغی و روحانی قوتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ روح و جسم کی اسی پاکیزگی کی بدولت وہ عبدہ اور معراج کے مقام پر پہنچتا ہے۔

تا ز مازاغ البصر گیرد نصیب
بر مقامِ عبدہ گردد رقیب!

معراج کے سلسلے میں علامہ نے ایک بڑا لطیف نکتہ بیان کیا ہے جس سے پیغمبر اور صوفی کی نفسیاتی کیفیت کا بنیادی فرق واضح ہوتا ہے۔ صوفی اپنی ذات کو واجب الوجود میں فنا کر دینا چاہتا ہے تا کہ اسے دائمی سکون نصیب ہو۔ اس کے برعکس پیغمبر قربِ حق چاہتا ہے تا کہ اس کی برکتوں سے اپنی خودی کو مالا مال

کرے اور پھر دنیا میں پلٹ کر اپنے اصل مقصدِ نبوت کی تکمیل کرے۔ اس خیال کی تائید میں علامہ نے اپنے پانچویں خطبے ''اسلامی ثقافت کی روح'' میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا یہ قول پیش کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ عرشِ بریں پر پہنچ کر واپس تشریف لے آئے لیکن اگر مَیں اس مقام تک پہنچ جاتا تو کبھی واپس نہ آتا۔ اصل میں علامہ کے نزدیک معراج، زندگی کے حرکی اُصول اور تسخیرِ جہات کا پیغام ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو دیا۔ ہمارے مفسروں میں کسی نے بھی معراج کی یہ توجیہہ پیش نہیں کی۔ یہ توجیہہ اقبال کے فلسفۂ حیات و کائنات سے ہم آہنگ ہے اور اس میں بڑی وسعت اور گہرائی ہے۔[۲]

اقبال کے مخلص رفیق چودھری محمد حسین راوی ہیں کہ مسئلہ معراج مدتوں علامہ کے غور وفکر کا مرکز بنا رہا۔ اپنے ایک مقالے جاوید نامہ میں چودھری صاحب لکھتے ہیں کہ جاوید نامہ دراصل معراج نامہ ہے۔ اسرار و حقائقِ محمدیہ پر کتاب لکھنے کا ایک مدت سے حضرت علامہ کا خیال تھا۔ کتاب کا نام بجائے معراج نامہ کے جاوید نامہ کے رکھنے کا محرک دو تین باتیں ہوئیں۔ اسلام کی بہت سی باتوں کی طرح مسلمانوں نے حقیقتِ معراج پر بھی بہت کم غور کیا ہے۔[۳] علامہ چاہتے تھے کہ معراج کے روحانی، فکری اور نفسیاتی و ثقافتی مضمرات کا جائزہ لیا جائے اور یہ بھی بتایا جائے کہ عقیدۂ معراج کی دینی تعبیر کچھ بھی ہو، اس کے ان ثقافتی اثرات کا سراغ لگایا جائے جو قرناً بعد قرن مسلم قوم کے ذہن و فکر اور قول و عمل میں اجتماعی طور سے نمودار ہوتے رہے۔[۴] چنانچہ انھوں نے آل انڈیا اورینٹل کانفرنس کے اجلاس لاہور ۱۹۲۹ء کے شعبہ عربی و فارسی کی صدارت فرمائی اور اپنے صدارتی خطبے میں جو 'مسلمان سائنس دانوں کے عمیق تر مطالعے کی اپیل' کے عنوان سے سہ ماہی اسلامک کلچر (دکن) کی اپریل ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں شامل تھا اور اب گفتارِ اقبال میں بھی شامل ہے، معراج کو ان مسائلِ مہمہ میں شامل کیا جن کی طرف مسلم حکما و محققین کو خاص طور پر متوجہ ہونا چاہیے۔ اس میں علامہ اقبال معراج کے روحانی، فکری، نفسیاتی اور ثقافتی مضمرات کا سراغ لگاتے ہوئے کہتے ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ واقعۂ معراج سے مسلمانوں کے فکر اور جذبے کو بے حد تحرک اور تشفی ملی ہے۔ اس واقعہ کے بغیر اسلام کے روحِ تمدن کو جانچنا مشکل ہوتا مگر اس کے مطالعہ و تحقیق کی روشنی میں بہت سے تمدنی عقدوں کی گرہ کشائی آسان ہو جاتی ہے۔[۵]

جاوید نامہ میں علامہ کے ہاں معراج کی اصطلاح ''انقلاب اندر شعور'' کے طور پر استعمال ہوئی ہے۔ اسے عام ادبی یا نفسیاتی اصطلاح سمجھنا سراسر علمی مغالطے کے مترادف ہوگا۔ وہ معراجِ عام کو انقلابِ شعور کا نام دیتے ہیں جب کہ معراج کی غایت ترین صورت حضور ﷺ کا جسمانی معراج ہے۔ اُن کے نزدیک عام معراج انقلابِ شعور اور خاص معراج کی اعلیٰ ترین صورت حضور سرورِ کائنات ﷺ سے مخصوص

ہے۔معراج ایک ایسا سفر ہے جو اپنی ظاہری حالت کے ساتھ ساتھ ایک اندرونی انقلاب بھی لاتا ہے۔ وہ تو اسے بلند اور ناقابل بیان مقام قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے جاوید نامہ ان کا روحانی سفر ہے جس میں انھوں نے مشاہیر عالم کی ارواح سے مکالمے کے ذریعے زندگی کے حقائق و معارف اور اسرار و رموز سے روشناس کرانے کی کوشش کی ہے اور معراج کے عقیدے کو ایک نئی معنویت عطا کی۔ جاوید نامہ معراج کے اسرار کی نئی تعبیر ہے۔ معراج کا مسئلہ دراصل مسئلۂ زمان و مکان کی گتھی کا حل ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی وجدانی قوت سے دنیا کے سامنے پیش فرمایا:[٦]

از شعور است ایں کہ گوئی نزد و دور
چیست معراج؟ انقلاب اندر شعور
انقلاب اندر شعور از جذب و شوق
وار ہاند جذب و شوق از تحت و فوق

جاوید نامہ میں تمہید آسمانی کے بعد تمہید زمانی بیان کی گئی ہے جس میں شاعر شام کے وقت دریا کے کنارے اپنے دل سے باتیں کر رہا ہے اور جاودانی ہونے کی آرزو اس کے دل میں چٹکیاں لے رہی ہے۔ اسی اثنا میں شام اور گہری ہو جاتی ہے، چاند اُفق پر نمودار ہوتا ہے کہ اس سرمئی اندھیرے میں پہاڑ کے اس پار سے روحِ رومی پردوں کو چاک کرتی ہوئی ظاہر ہوتی ہے۔ شاعر، رومی کا درخشندہ اور روشن چہرہ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے جو دانش و حکمت کا حسین امتزاج تھا۔ شاعر اس سے موجود و ناموجود اور محمود و نامحمود کی وضاحت کے لیے سوال کرتا ہے۔ یہ سوالات دراصل معراج کے معانی و حقائق بیان کرنے کی خاطر کیے جاتے ہیں۔ معراج کے اسرار و رموز اور اس کی حقیقت مرشدِ رومی کی زبانی بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ یہ شعور میں انقلاب کا دوسرا نام ہے، یہ دراصل شاہد عادل کے روبرو انسانِ کامل کی خودی کے کمالات کی آزمائش ہے۔ جس طرح ذرہ خورشید کے روبرو اپنی ہستی کا تحقق اور امتحان کرتا ہے اسی طرح انسانِ کامل کی خودی ذاتِ واجب کے سامنے اپنے وجود کو کاملِ عیار بناتی ہے۔ معراج گویا خودی کی تکمیل کی آخری منزل ہے۔ ؎

چیست معراج آرزوئے شاہدے　　امتحانے رو بروئے شاہدے
شاہد عادل کہ بے تصدیق اُو　　زندگی ما را چو گل رنگ و بُو
در حضورش کس نماند استوار　　ور بماند ہست اُو کامل عیار

معراج نبوی ﷺ کی فلسفیانہ تفہیم کے لیے علامہ اقبال، مولانا روم سے پوچھتے ہیں کہ کیا انسان دوسرے جہانوں میں جاسکتا ہے؟ رومی کہتے ہیں: ہاں! جس طرح انسان ماں کے پیٹ سے جنم لے کر رحمِ

مادر کی دنیا سے اس دنیا میں آ جاتا ہے اس طرح وہ اپنے آپ کو اگر اعلیٰ وارفع بنا لے تو وہ اس دنیا کے پیٹ سے ایک دوسرا جنم لے کر دوسرے جہانوں میں جا سکتا ہے۔ اطاعتِ الٰہی سے وہ قربِ الٰہی پا کر اس کائنات پر حکمران بن کر زمان و مکان کی قیود توڑ سکتا ہے۔ علامہ، رومی سے پوچھتے ہیں کہ انسان اس کائناتِ ارضی کا سینہ چاک کر کے افلاک اور اس سے آگے حضورِ حق کیسے پہنچ سکتا ہے؟

باز گفتم ''پیشِ حق رفتن چساں؟ | کوہِ خاک و آب را گفتن چساں؟

رومی کہتے ہیں کہ غلبہ و اقتدار اور قدرت و سطوت کے حامل انسان (سلطان) ہی حدودِ کائنات سے باہر نکل سکتے ہیں۔ سورہ رحمٰن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰمعشر الجن والانس ان استطعم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت و الارض فانفذو لا تنفذون اِلّا بسلطان [الرحمٰن ۵۵:۳۳] (اے گروہِ جن وانس! اگر ہو سکے تو تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے پرے نکل جاؤ لیکن تم نہیں نکل سکتے بغیر قوت کے۔)

رومی، اقبال کو ''اِلّا بسلطان'' کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ انسان اپنے علم کی قوت سے جہانِ چار سو تصرف حاصل کر سکتا ہے اور اپنی مخفی صلاحیتوں کو ظاہر کر سکتا ہے۔ انسان شکم مادر سے مجبورِ محض پیدا ہوتا ہے لیکن جب وہ مادی اور روحانی اقدار کی تخلیق کرتا ہے تو اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ علم کی قوت ہی سے جسم انسانی میں بیدار جان پیدا ہوتی ہے جو عالم کائنات کو لرزہ براندام کر دیتی ہے:[۷]

گفت اگر سلطاں ترا آید بدست | می تواں افلاک را از ہم شکست
باش تا عریاں شود ایں کائنات | شوید از دامانِ خود گردِ جہات
در وجود اُو نہ کم بینی نہ بیش | خویش را بینی از و، اورا ز خویش
نکتۂ ''اِلّا بسلطاں'' یادگیر | ورنہ چوں مور و ملخ در گل بمیر
از طریق زادن اے مردِ نکوئے | آمدی اندر جہانِ چار سوئے
ہم بروں جستن بزادن می تواں | بند ہا از خودکشادن می تواں
لیکن ایں زادن نہ از آب و گل است | داند آں مردے کہ اوصاحبِ دل است

کہتے ہیں کہ ''تمھاری زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ تم اپنے مقام کو جو خدا نے تمھارے لیے مقرر کیا ہے حاصل کر سکو اور وہ مقام ہے ذاتِ حق کو بے پردہ دیکھنا۔ مردِ مومن صرف صفات کی تجلیات سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ وہ تجلیِ ذات کا آرزومند ہوتا ہے۔'' اس سلطان کی مدد سے ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک جانا ممکن ہے، یہاں تک کہ افلاک کی مسافتوں، پہنائیوں اور گہرائیوں کو چیر کر آگے بڑھنا بھی ممکن ہے۔ ایک مرحلے سے برتر مرحلے میں ترقی کرنے کے لیے اقبال نے ''زادن'' (جنم لینا) کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

یہ جنم ایک نئی دنیا میں سانس لینے کا نام ہے۔ جس طرح دنیا میں ہر چیز جنم لیتی ہے اور ایک نئی دنیا میں آ پہنچتی ہے، اسی طرح ''آں سوئے افلاک'' جانے کے لیے بھی ہر مرحلے پر ایک ''زادن'' (جنم) کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک طرح کی جست یا زقند ہے جو عشق (جذب و شوق) کی قوت سے اُبھرتی ہے جو ''سلطان'' کے معنی میں شامل ہے۔ اس استعداد سے شعور میں ایک انقلاب آ جاتا ہے اور زندگی کو ایک نئی فضا میں پرواز محسوس ہوتی ہے جس کی بدولت فاصلہ و وقت کا احساس مٹ جاتا ہے۔ یہی ''انقلاب اندر شعور'' معراج کہلاتا ہے۔[۸] کوئی شعور وجود کے بغیر ممکن نہیں۔ شعور کا ارتقا اور انقلاب بھی وجود کو ساتھ لے کر چلتا ہے لہٰذا شعور اور وجود کو الگ الگ حقیقتوں کے طور پر دیکھنا غلط ہے۔ معراج کیا ہے؟ محدود کا نامحدود یا حقیقتِ کبریٰ کی طرف مرحلہ بہ مرحلہ بڑھنا۔ اب اگر حقیقتِ کبریٰ کو وجودِ محض مانا جائے تو اس کے ساتھ لازماً شعورِ محض بھی ہوگا لہٰذا محدود کا نامحدود کی طرف سفر شعوراً بھی ہوگا اور وجوداً بھی، یہی معراج کی حقیقت ہے۔[۹]

علامہ کہتے ہیں کہ معراج کی رات مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ ہمت ہو تو عرشِ بریں ایک قدم کا راستہ ہے۔ معراج انسانی ہمت، صلاحیت اور خدا کی رحمت کا اس دنیا میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ مسلمان کے لیے اس میں یہی سبق ہے کہ انسان کے عزم و ہمت کی آخری منزل عرشِ بریں ہے۔[۱۰]

اخترِ شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو، وہ ہے آج کی رات
رہ یک گام ہے ہمت کے لیے عرشِ بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلماں سے معراج کی رات

انسانِ کامل کی خودی جب اپنی وجدانی قوت کے بل پر زمان و مکان کی تسخیر کرتی ہے تو وہی معراج ہے۔ اس دور میں جب خلائی تسخیر ممکن ہوگئی ہے واقعہ معراج کی مادی تعبیر میں اب کسی کلام کی گنجائش نہیں رہی۔ اب بشر کے لیے ممکن ہوگیا ہے کہ وہ افلاک کی تسخیر کر سکے۔ علامہ اقبال نے روحانی، فکری اور سائنسی حوالے سے ہی تو کہا تھا:

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

علامہ نے عام اشعار میں بھی جہاں جہاں معراج کا ذکر کیا ہے وہاں معراجِ مصطفویؐ کو عام صعودِ روحانی یا نفسی سے مختلف، منفرد، بلندتر اور خاص الخاص تجربہ یا واقعہ قرار دیا ہے۔ علامہ کے نزدیک ایک ذرہ بھی اگر اپنے اندر ولولۂ شوق پیدا کر لے تو مہ و مہر تک نہ صرف رسائی حاصل کر سکتا ہے بلکہ مہر و ماہ کی دنیا تسخیر بھی کر سکتا ہے لیکن اگر وہ مادی اسباب کا محتاج رہے گا اور اپنی خودی کو نہیں پہچانے گا تو وہ معنیِ والنجم نہیں

سمجھ پائے گا جس کے مطابق ایک اکمل ترین بشر اپنے جسم سمیت معراج کی آخری حد سے متصف ہوا۔

دے ولولۂ شوق جسے لذتِ پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرہ مہ و مہر کو تاراج

ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا
ہے سِرّ سرا پردہ جاں نکتۂ معراج
تو معنیِ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جذر ابھی چاند کا محتاج

اقبال کے نزدیک معراج زمان و مکان کی حقیقت اور اس کی مکمل تسخیر کی آئینہ دار ہے۔ جب انسانی روح فعلیتِ مطلقہ سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو زمان و مکان کی حقیقت اپنے سارے راز کھول دیتی ہے۔[11] رومی، اقبال سے کہتے ہیں کہ زمان و مکان زندگی کی مختلف حالتوں میں سے ایک حالت کا نام ہے اور اس آسمانی سفر کے لیے انسان کو جسم خاکی سے منزہ ہونا چاہیے اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب انسان زمان و مکان پر سوار ہو یعنی زمانی اور مکانی حدود پر غالب آ جائے:[12]

بر مکان و بر زماں اسوار شو
فارغ از پیچاک ایں زنّار شو

چشم بکشا بر زمان و بر مکاں
ایں دو یک حال است از احوالِ جاں

علامہ کے نزدیک انسان کہ اللہ کا نائب ہے اصل میں علم الاسما کا مدعا و مقصود اور اسرا (سبحان اللّٰہ الذی اسرا) یعنی معراج کا بھید ہے:

مدعائے علّم الاسما ستے
سر سبحان اللّٰہ الذی اسرا ستے

گلشن راز جدید میں علامہ خودی سے متصف انسان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس (خدا) کے جہانِ لامکاں سے اس طرح واپس آنا کہ دل میں تو اس کا جلوہ ہو اور جہان ہتھیلی پر ہو۔ یہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ سفر معراج کے دوران اللہ کے نبیؐ نے جو مشاہدات کیے اور اللہ نے اپنے نبیؐ سے جو باتیں کیں اُن کے اسرار و رموز سے کوئی اور واقف نہیں ہے۔ اس لیے دل میں خدا کا ہونا اور ہتھیلی پر جہاں کا ہونا کیسے ہو؟ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی معلوم ہے:[13]

چناں باز آمدن از لا مکانش
درونِ سینہ اُو در کفِ جہانش

حوالے وحواشی

۱- ڈاکٹر یوسف حسین، روحِ اقبال، ادارہ اشاعت اُردو، حیدرآباد، دکن، طبع ثانی ۱۹۴۴ء، ص ۳۵۶۔
۲- بحوالہ: شیر افضل خان بریکوٹی (لندن)، اقبال میرا ہم سفر، شعیب سنز پبلشرز، مینگورہ، سوات، ۲۰۰۷ء، ص ۳۴۲۔
۳- چودھری محمد حسین، جاوید نامہ، مشمولہ: اقبالیات کے سو سال، مرتبین: ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، محمد سہیل عمر، ڈاکٹر وحید عشرت، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۱۰۳۵۔
۴- ڈاکٹر سیّد عبداللہ، ''اقبال اور معراج النبیؐ''، مطالعہ اقبال کے چند نئے رخ، بزمِ اقبال، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۵۶۔
۵- ڈاکٹر محمد ریاض، جاوید نامہ۔تحقیق و توضیح، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۸۔
۶- ڈاکٹر یوسف حسین خان، روح، اقبال، ص ۳۵۰۔
۷- یوسف سلیم چشتی، شرح جاوید نامہ، عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور، س ن، ص ۳۱۸۔
۸- ڈاکٹر سیّد عبداللہ، اقبال اور معراج النبیؐ، ص ۵۸، ۵۹۔
۹- ایضاً، ص ۶۶۔
۱۰- غلام رسول مہر، مطالب بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۲۹۹۔
۱۱- ڈاکٹر یوسف حسین خان، روح، اقبال، ص ۳۴۸۔
۱۲- ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اقبال کا تصورِ زمان و مکان اور دوسرے مضامین، مجلس ترقی ادب، لاہور، جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۰۹۔
۱۳- پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی، شرح کلیاتِ اقبال (فارسی)، مکتبہ دانیال، لاہور، س ن، ص ۶۴۵۔